آزر

(از مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی)

یہ مقالہ مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی نے "ادارۂ معارف اسلامیہ لاہور" کے تیسرے اجلاس منعقدہ دہلی میں ندوۃ المصنفین دہلی کے نمائندہ کی حیثیت سے پڑھا تھا، اب برہان میں شائع کیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تورات میں تارح یا تارخ ہے اور قرآن کریم نے ان کا نام آزر بتلایا ہے: واذ قال ابراهيم لابيه آزر ۔الآیۃ (سورہ انعام) یہودی ذہنیت کے لیے قرآن پر نکتہ چینی کرنے کا یہ موقع ہاتھ آگیا۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا ایک مقالہ نگار لفظ آزر کے تحت میں لکھتا ہے:۔

"قرآن میں ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر آیا ہے، مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درست نہیں، کیونکہ ابراہیم کے باپ کا نام آزر سوائے قرآن کے اور کہیں نہیں پایا جاتا اس کے برعکس تارح یا تارخ خود مسلمان مفسرین و مورخین کی روایات میں بھی موجود ہے۔ اسی لیے علماءِ اسلام قرآن اور تورات کے بیان میں موافقت پیدا کرنے کے لیے ایسی ایسی کمزور تاویلات کرنے پر مجبور ہوئے ہیں جن کی کوئی قیمت نہیں"

مقالہ نگار کی اس تنقید کے تین جزو ہیں:۔

ا۔"آزر بجز قرآن کے اور کہیں نہیں ملتا" اس کے متعلق گزارش ہے کہ اگر آزر بجز قرآنِ کریم کے اور کہیں نہیں ملتا تو تارح یا تارخ بھی بجز اسفار تورات کے اور کہیں دستیاب نہیں ہوتا۔ اگر یہ تفرد وجہِ غلط ہے تو تورات

بھی اس سے خالی نہیں۔ اگر یہود کو یہ حق ہے کہ وہ تورات کے مقابلہ میں قرآن کی تغلیط کریں تو اسلامیین کو ان سے زیادہ اس تغلیط کا استحقاق حاصل ہے۔ ثبوت اور قطعیت کے لحاظ سے قرآن کریم کا مقام اس قدر رفیع ہے کہ کوئی آسمانی کتاب اس کی سہیم و عدیل نہیں جو تواتر او رحفظ صدور قرآن کریم کو حاصل ہے کیا تورات بھی اس کے کسی حصّہ سے بہرہ مند ہے؟ تورات تحریفات یہود کا تختۂ مشق رہی ہے قرآن کا ایک شوشہ بھی وحی آسمانی سے مختلف نہیں لہٰذا مسیحیین کو اس تفرد کی وجہ سے قرآن پر نکتہ چینی کرنے سے پہلے اپنے گھر کی فکر کرنی چاہیے۔

۲۔ تارح یا تارخ اسلامی مفسرین و مورخین کی روایات میں بھی موجود ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ "اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست" ان روایات کا ماخذ و مرجع صرف تورات ہے۔ اس کو بے احتیاطی کہیے یا آسمانی کتاب کا احترام کہ مفسرین و مورخینِ اسلام آزر کے ساتھ بصیغۂ تمریض یا بحوالہ تورات تارخ بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ یہ اس رواداری کا صلہ ہے جو مسیحیین کی جانب سے ملا ہے اچھا ہوتا کہ یہ مورخین و مفسرین قرآن کی تصریح پر قائم رہتے اور تارخ کا سرے سے انکار کر دیتے جیسے مسیحیین نے کیا۔

۳۔ مورخین و مفسرین اسلام قرآن کریم و تورات میں موافقت پیدا کرنے کے لیے کمزور تاویلات تلاش کرنے پر مجبور ہوئے۔

کس قدر پست ذہنیت کا مظاہرہ ہے کہ مورخین و مفسرینِ اسلام تو قرآن کریم اور اسفارِ تورات میں وجہ توفیق تلاش کریں اور مسیحیین ان وجوہ کو تحاویل سے تعبیر کریں اور ان کے اس فعل کو اضطرار سے۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات میں اسی کتاب کا ایک اور مقالہ نگار لکھتا ہے:۔

"قرآن میں آیا ہے کہ ابراہیم آزر کے بیٹے ہیں مگر تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام ابراہیم کے

خادم "یعازر" سے ماخوذ ہے"۔

گویا قرآن کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خادم یعازر کے نام کو اُن کے باپ کا نام قرار دے کر العیاذ باللہ ایک صاف اور صریح غلطی کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اور اسفار تورات اس کی تصحیح کرتی ہیں کیا مسیحین کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے کہ خادمِ ابراہیم علیہ السلام کا نام یعازر تھا؟ عہد جدید یا عہد عتیق میں کہیں یعازر نامی ابراہیم علیہ السلام کا کوئی خادم مذکور ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر قرآن جیسی قطعی اور متواتر کتاب آسمانی کی تصریح کے مقابلہ پر ایسے بے سروپا ماخذ تجویز کرنا مقامِ تحقیق سے کس قدر گری ہوئی چیز ہے۔

اسی کتاب کا ایک مقالہ نگار آزر کے تحت میں اسلامی روایات کی تردید کرنے کے بعد لکھتا ہے

"مراتشی (Maracci) کہتا ہے کہ آزر لفظ Aoaq کی بگڑی ہوئی صورت ہے جو یوزبیوس کی تاریخ کنیسہ میں موجود ہے۔ گر یوزبیوس اور اس کے متبعین نے وہ فقرہ نہیں تبلایا، جس میں یہ لفظ آیا ہے --
بہرحال کچھ بھی ہو مراتشی کا قول بہت بعید ہے"۔

جس طرح مراتشی کا بیان کردہ ماخذِ اشتقاق عدم ثبوت کی بنا پر صواب سے بعید ہے اسی طرح "یعازر" والا ماخذ بھی ثبوت مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہونا چاہیے۔ یوزبیوس کی تاریخ کنیسہ میں اگر کوئی ایسا فقرہ نہیں جس میں یہ نام آیا ہو تو کتاب مقدس میں بھی کوئی ایسا فقرہ نہیں جس میں ابراہیم علیہ السلام کے خادم کا نام یعازر آیا ہو۔

بہرصورت اس مقام پر اس مقالہ نگار نے اس خیال کی تائید کر دی جو عام طور پر قائم ہو چکا ہے کہ ریسرچ کے پردہ میں اسلامی روایات کی تنقیص مسیحی مصنفین کا شعار بلکہ تبلیغی مشن ہے۔

"آزر" اس لفظ کی تحقیق کے سلسلہ میں ائمہ لغت کے دو قول ہیں:-

۱۔ آزر بروزن اَفْعَلُ اسم تفضیل اور اَزْرٌ بمعنی قوت وشدت سے ماخوذ ہے اور منع صرف کی وجہ وصفیت وعلمیت ہے اور عربی میں آزر عبرانی میں تارخ دونوں ابراہیم علیہ السلام کے باپ کے نام ہیں جس طرح یعقوب واسرائیل ایک ہی شخص کے دونام ہیں۔

۲۔ آزر، بروزن فاعل تارخ، فالغ، شالخ وغیرہ کی طرح عبرانی لفظ ہے اور اس کے منع صرف کی وجہ عجمی اور علمیت ہے۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں: والاقرب ان یکون آزر فاعل کعابر وشالخ وفالغ فعلی ھذا ھو ممنوع من الصرف للعلمیۃ والعجمی۔

اور اس صورت میں آزر تارخ کی تعریب ہے جس طرح اسحاق "اضحک" یا "اصحاق" کا معرب ہے اور عیسیٰ "ایشوع" کا۔

لسانیات وفیلالوجی کا مسئلہ ہے کہ ایک زبان کا لفظ دوسری زبان میں جانے کے بعد اپنی اصلی صورت پر قائم نہیں رہتا بالخصوص لغت عرب کہ غیر زبان کا کوئی لفظ یا اسم عربی میں آکر اصلی حالت پر باقی رہ ہی نہیں سکتا۔

تعریب کا کوئی مقررہ ضابطہ نہیں بعض الفاظ واسماء میں خفیف سا تغیر ہوتا ہے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ کس لفظ کی تعریب ہے جیسے ابراہیم وابراہام اور ہاروں وہاران اور بعض الفاظ تعریب کے قالب میں ڈھل کر کچھ سے کچھ بن جاتے ہیں، مادہ اور صورت دونوں بدل کر ایک نئی صورت اختیار کرلیتے ہیں، جیسے اسحاق اور لفظ فلسفہ کہ یونانی کے لفظ "فیلاسوف" سے اور "زُطّ" کہ ہندی کے لفظ جاٹ اور جٹ سے معرب ہے۔ لسانیات کا مطالعہ اس مسئلہ میں پوری رہنمائی کرتا ہے۔ لہٰذا ہم پورے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ آزر تارخ کی تعریب ہے اور قرآن وتورات میں کوئی اختلاف نہیں حریفوں کو نکتہ چینی اور خوردہ گیری کرنی تھی ورنہ بات کچھ نہ تھی۔ ع اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا!

ہم اپنی اس رائے کی تائید وسند میں امام راغب کا قول پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں جو لغت اور غریب القرآن کے مسلم اور یگانہ امام ہیں:۔ کان اسم ابیہ تارخ فعرب فجعل آزر۔

ایک اور نکتہ بھی اس مسئلہ میں ہماری رہنمائی کرتا ہے وہ یہ کہ آزر اور تارخ کے معنی عبرانی میں بالکل ملتے جلتے ہیں چنانچہ ائمہ لغت آزر کے معنی عبرانی میں معوج، خاطی ضال وغیرہ تبلاتے ہیں اور تارخ کے معنی متکاسل، گویا ہر دو لفظ عیب و خطا کے مفہوم کو ادا کرتے ہیں اس لیے یقین ہوتا ہے کہ فی الحقیقت آزر تارخ کا معرب ہے۔

ان مورخین و محققین سے زیادہ ہمیں اپنے اُن غیر محتاط مفسرین و مورخین سے شکایت ہے جنھوں نے اسفار تورات کے بیان سے مرعوب ہو کر ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ یا تارح تسلیم کر لیا اور قرآن کی تغلیط پر مہر تصدیق ثبت کر دی مسیحی محققین انھی کی روایات کو تورات کی تائید وحمایت میں پیش کر رہے ہیں۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم   کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

کس قدر حیرت واستعجاب کا مقام ہے کہ قرآن کریم کے صاف اور صریح قطعی بیان میں تو تاویلات شروع کر دیں اور تورات جو تحریفات یہود کا تختہ مشق ہے جس کے متعلق قرآن ببانگِ دہل یحرفون الکلم عن مواضعہ کا اعلان کر رہا ہے اس کے بیان کو ہو بہو تسلیم کر لیا۔ لغت کے مشہور امام زجاج اور فرا کہتے ہیں:۔

لیس بین النسابین والمورخین	تمام علماء انساب ومورخین اس پر متفق ہیں کہ ابراہیم
اختلاف فی کون اسمہ تارخ او تارح	علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ یا تارح تھا۔

مشہور امام تفسیر مجاہد کہتے ہیں:۔

آزر لم یکن بابیہ ولکنہ اسم صنم	آزر ابراہیم کے باپ نہ تھے بلکہ یہ بت کا نام ہے۔

سُدِی فرماتے ہیں :۔

اسم ابیہ التارح واسم الصنم آزر — ابراہیم کے باپ کا نام تارخ تھا اور بت کا آزر

حالانکہ ان اقوال کی کوئی سند نہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں کوئی مرفوع روایت ثابت ہے اور نہ قدماءِ عرب اور علماءِ انساب سے، صرف تورات کا بیان ہے اور بس، دراصل یہ کعب احبار اور وہب بن منبہ ایسے علماءِ اہل کتاب کی عنایت ہے کہ خود بھی اسلام میں آئے اور اپنے ساتھ اسی قسم کی بہت سی بے سروپا روایات بھی لیتے آئے۔ امام رازی کبیر میں فرماتے ہیں:

واما قولھم اجمع النسابون علی ان	ان حضرات کا یہ فرمانا کہ علماءِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے
اسمہ کان تارخ فنقول ھذا ضعیف	کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا ہمارے
لان ذلك الاجماع انما حصل لان	خیال میں درخورِ اعتنا نہیں کیونکہ اس اجماع کا راز ایک
بعضھم یقلد بعضا و بالاخرۃ یرجع	کورانہ تقلید میں مضمر ہے۔ پایانِ کار اس اجماع کی بنیاد
ذلك الاجماع الی قول الواحد و	کعب اور وہب جیسے افراد کے بیان پر ہے جو یہود و
الاثنین مثل قول کعب و وھب	نصاریٰ سے سُنی سنائی باتیں بلاتحقیق نقل کر دیتے ہیں
وغیرھما وربما تعلقوا بما یجدون	جن کی قرآن کی صریح نصوص کے مقابلہ میں کوئی
من اخبار الیھود والنصاری ولا عبرۃ	قدر و قیمت نہیں
بذلك فی مقابلۃ صریح القرآن	(تفسیر کبیر)

ان مورخین ومفسرین کی اس کورانہ تقلید اور غیر محتاط علماءِ اہل کتاب کی اس سعیِ نامشکور سے اسلامی روایات کو یہ نقصان پہنچا کہ آج ان مستشرقین کو نصوص قرآن کے متعلق اس دریدہ دہنی کی ہمت ہوئی نہ یہ حضرات قرآن کی قطعی اور صریح نصوص کو چھوڑ کر اسرائیلیات کی اس خرافات کو نقل کرتے نہ ان گستاخوں کو اپنی ہرزہ سرائی کے لیے ان کی تائید و حمایت میسر آتی اور لطف یہ ہے کہ علماء

راسخین ابتدا ہی سے نصوص قرآنی پر سختی کے ساتھ قائم ہیں امام بخاری علیہ الرحمۃ "تاریخ کبیر" میں ابراہیم علیہ السلام کو آزر کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں :-

واللہ سماہ اٰزر وان کان عند النسابین والمورخین اسمہ تارخ لیعرف بذلك۔

مورخین و نسابین اگرچہ ان کا نام تارخ بتلاتے ہیں مگر اللہ پاک نے ان کو آزر کے نام سے موسوم کیا تاکہ اسی نام سے وہ پہچانے جائیں۔

سید رشید رضا مصری علیہ الرحمۃ تفسیر "المنار" میں امام بخاری کا یہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:-

فقد اعتمد ان اٰزر ھو اسمہ عند اللہ ای فی کتابہ فان امکن الجمع بین القولین فبہا والا رددنا اقوال المورخین وسفر التکوین لانہ لیس حجۃ عندنا حتی نعتد بالتعارض بینہ وبین ظواہر القرآن بل القرآن ھو المہیمن علی ما قبلہ تصدق ما صدقہ وتکذب ما کذبہ ونلتزم الوقف فیما سکت عنہ حتی یدل علیہ دلیل

دیکھیے امام بخاری اس پر اعتماد کرتے ہیں کہ عند اللہ ابراہیم کے باپ کا نام آزر ہے۔ اب اگر کوئی صورت رفع اختلاف کی ہو تو فبہا ورنہ ہم بلا تامل نصوص قرآن کے مقابلہ میں مورخین اور سفر تکوین کے بیان کو رد کر دینگے کیونکہ یہ ہمارے نزدیک ان معتد بہ دلائل میں سے نہیں جو نصوص قرآن کے مقابلہ پر آسکیں بلکہ قرآن ہی کتب سابقہ اور تاریخ کے لیے مصدق اور شاہد عدل ہے جن چیزوں کی قرآن نے تصدیق کی وہ مقبول ہیں اور جن کی تردید کی ہے وہ مردود اور جن میں سکوت کیا ہے ان میں ہم بھی توقف کرینگے یہاں تک کہ کوئی دلیل اس پر قائم ہو جائے۔

امام رازی مفسرین کی وہ ہی تاویلات نقل فرمانے کے بعد جن کی مدونین انسائیکلوپیڈیا آف اسلام تضحیک کر رہے ہیں، فرماتے ہیں :-

واعلم ان ھذہ التکلفات انما یجب

یاد رہے ان تکلفات کو اختیار کرنے کی ضرورت اس وقت ہے

المصیر الیها لو دل دلیل باهر علی ان والد ابراهیم ما کان اسمه آزر و هذا الدلیل لم یوجد البتة فای حاجة تحملنا علی هذه التاویلات والدلیل القوی علی صحته ان الیهود والنصاری لم یکذبوه وقت نزول القرآن مع شدة حرصهم فی تکذیبه

جبکہ کوئی صاف و صریح دلیل اس پر قائم ہو جائے کہ ابراہیم کے باپ کا نام آزر نہ تھا حالانکہ اب تک کوئی اس قسم کی دلیل قائم نہیں ہوئی پھر ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم ان تاویلات کو اختیار کریں۔ بیانِ قرآن کی صحت کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت یہود و نصاری نے اس کی تردید نہ کی حالانکہ وہ تکذیب و تردید قرآن پر بیحد حریص تھے۔

لہٰذا ہم پورے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر تھا اور تورات کا بیان اگر تحریف یہود پر مبنی نہیں تو پھر اس کو قرآن حکیم کے موافق بنانے کے لیے کوئی اور توجیہ تلاش کیجیے خواہ یہ کہیے کہ آزر اور تارخ دونوں نام تھے جس طرح یعقوب و اسرائیل دونوں ایک ہی شخص کے نام تھے یا آزر نام تھا اور تارخ بمعنی منکاسل لقب، تورات میں لقب مذکور ہے، قرآں نے اصلی نام سے دنیا کو آگاہ کیا۔ یا اس کے برعکس تارخ نام تھا اور آزر بمعنی مخطی لقب اور قرآنِ حکیم نے ایک خطا کار کو اس کی خطا پر متنبہ کرنے کے لیے ایسے عنوان سے خطاب کیا جو اس کی خطا کاری پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے یا آزر اس بڑے بُت کا نام تھا جس کا وہ پرستار تھا اور قرآن حکیم نے بُت پرستی کی لعنت کو نمایاں کرنے کے لیے اصلی نام کے بجائے آزر کے لقب سے یاد کیا جو اس بُت پرستی کے طفیل میں انہیں ملا تھا، یا آزر کو تارخ کا معرب کہیے۔ جیسا کہ امام راغب کی رائے ہے اور یہی ہماری تحقیق ہے۔

بہرحال یہ وجوہ توفیق اپنی اپنی جگہ پر لائق قبول سہی مگر ہمیں ان کی ضرورت نہیں، قرآن کا فیصلہ آخری اور ناطق ہے، تورات و انجیل کو قرآن کے مطابق کیا جائیگا، قرآن کو ان کے موافق نہیں بنایا جا سکتا، وہ اپنی جگہ بالکل محفوظ ہے۔

وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ لَّا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ ۔

قرآن ایک کتاب عزیز ہے جس میں پس وپیش کسی جہت سے...... بھی باطل کا گذر نہیں، وہ دانا وستودہ خدا کی اُتاری ہوئی کتاب ہے۔

ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب ہم اپنے مفسرین کو یہ کہتے ہوئے سُنتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے، مجازاً اُن کو باپ کہہ دیا گیا ہے جس طرح حضرت اسماعیل کو آبار یعقوب میں شمار کیا گیا ہے۔

نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَاءِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ

ہم تیرے خدا کی اور تیرے آبار ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحٰق کے خدا کی عبادت کرینگے۔

حالانکہ اِس مجاز کے لیے اِن حضرات کے پاس کوئی قرینہ نہیں اور "الٰہ اٰبارک" میں اٰباء کی جمعیت خود اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں حقیقی باپ مراد نہیں کہ وہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اٰباء کو جب بھی جمع لایا جاتا ہے تو اس سے باپ، دادا، چچا، تایا مراد ہوتے ہیں۔ کیا اذ قال ابراھیم لابیہ میں بھی یہ حضرات کوئی اس قسم کا قرینہ مجاز پیش کرسکتے ہیں؟ پھر بلا کسی قرینہ اور ثبوت کے کس طرح اور کیوں مان لیا جائے کہ یہاں ابیہ سے چچا مراد ہیں۔ نہ اس کے لیے کوئی مرفوع حدیث ہے نہ تاریخی روایت نہ علماء انساب کی کوئی تصریح نہ تورات کا کوئی بیان اور نہ صرف اس ایک مقام پر بلکہ قرآن میں جہاں بھی لابیہ آیا ہے اس سے بھی فرضی چچا مراد لینا اور تمام کفر وشرک اور بُت پرستی و کواکب پرستی اِسی فرضی چچا کے سر لگا کر حضرت ابراہیم کے باپ کو اس سے بَری ثابت کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔

قرآنِ حکیم تو کھُلے لفظوں میں ابراہیم علیہ السلام کے باپ کے کفر اور عدو اللہ ہونے کا اعلان کرے، ابراہیم علیہ السلام اپنے کافر باپ سے براءت اور بیزاری کا اظہار فرمائیں، بخاری ومسلم کی صحیح احادیث اس کی تائید کریں، اور یہ ہمارے مفسرین اُسے مومن وموحد ثابت کریں۔ ع

۶۔ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِیَّاهُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ۔

ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کی مغفرت چاہنا صرف ایک وعدہ کی بنا پر تھا جو انہوں نے کیا تھا جب اُن کو معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اُس سے بیزاری کا اعلان کر دیا بیشک ابراہیم بہت نرم دل اور بردبار ہیں۔

یہ تمام سعی نامحمود صرف اس لیے ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر عبدالمطلب تک تمام اجداد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مومن و موحد ثابت کریں۔ حالانکہ امام رازی تصریح فرما رہے ہیں کہ یہ شیعہ کا عقیدہ ہے[1] آباؤ اجداد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایمان کے سلسلہ میں ایک عجیب استدلال پیش کیا جاتا ہے علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں:۔

والذی عول علیہ الجم الغفیر من اھل السنۃ ان آزر لم یکن والد ابراھیم علیہ السلام وادعوا انہ لیس فی اٰباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کافر اصلاً لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات والمشرکون نجس وتخصیص الطھارۃ بالطھارۃ من السفاح لادلیل لہ والعبرۃ لعموم اللفظ لالخصوص السبب والقول بان ذلک

علماء اہل سنت کا جم غفیر جس پر اعتماد کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہ تھے اور انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء کرام میں قطعاً کوئی کافر نہ تھا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں اور مشرکین نجس ہیں اور طہارت کو زنا کی پاکی کے ساتھ مخصوص کرنا بلا دلیل ہے، عام الفاظ کا اعتبار ہوا کرتا ہے نہ کہ خصوص اسباب کا، اور یہ کہنا کہ یہ شیعہ کا قول ہے جیسا کہ رازی مدعی ہیں۔ قلت تتبع کا نتیجہ ہے۔ باقی اکثر

[1] راقم الحروف کی بھی ایک مرتبہ ایران سے واپس شدہ ایک شیعی سے اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تھی اُسے اس پر بڑا اصرار تھا۔

قول الشیعۃ کما ادعاہ الرازی ناشئ علماء کی رائے یہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام
من قلۃ التتبع واکثر ھٰؤلاء علی ان کے چچا کا نام ہے۔
آزر اسم لعم ابراھیم علیہ السلام۔

علامہ آلوسی جیسے محقق کے اس بیان کو دیکھ کر حبك الشی یعمی ویصم والا مقولہ یاد آجاتا ہے اس استدلال میں سب سے زیادہ وزنی چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے اور یہ کہ طہارت سے طہارت ایمانی مراد ہے۔

علامہ آلوسی اگر حدیث کے پورے الفاظ سامنے رکھتے تو اُنہیں اس استدلال کی جرأت نہ ہوتی ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت ذیل کے الفاظ میں نقل کی ہے اور یہی اس روایت کے اصل الفاظ ہیں۔

لم یلتق ابوای فی سفاح لم یزل اللہ میرے والدین کبھی زنا سے ملوث نہیں ہوئے اللہ عزوجل
عزوجل ینقلنی من اصلاب طیبۃ مجھے پاکیزہ پشتوں سے پاک ارحام کی جانب منتقل کرتا
الی ارحام طاھرۃ صافیا مھذبا لا رہا، صاف اور شستہ نکھرا ہوا، جہاں کہیں سلسلۂ
تتشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما نسب دو شاخوں میں تقسیم ہوا میں ان میں سے بہتر شاخ میں رہا۔

اس روایت میں طہارت من السفاح کی تصریح ہے اب یہاں طہارت کا عموم نہ رہا بلکہ بنص حدیث تخصیص ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ طہارت سے مراد طہارت ایمانی نہیں بلکہ نظافت نسب، صفاء طینت تہذیب اخلاق اور عام بشری خیریت وشرافت مراد ہے اور یہ بالکل صحیح ہے، ذخیرۂ احادیث اس کی تائید کرتا ہے، تاریخ اور علم الانساب اس کا شاہد ہے باقی رہا اثبات ایمان وتوحید سو "دونہ خرط القتاد" ایسی روایات ضرور مل جائینگی جن سے کفر کا پتہ چلتا ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے والد کا کفر تو قرآن وحدیث کی قطعی نصوص سے ثابت ہے۔

امام رازی ہی تنہا اس عقیدہ کو شیعہ کی جانب منسوب نہیں کرتے ابو حیان توحیدی بھی تفسیر بحر محیط میں اس عقیدہ کو شیعہ کی طرف منسوب کرتا ہے۔

وقیل ان آزر عم ابراھیم علیہ السلام ولیس اسم ابیہ وھو قول الشیعۃ یزعمون ان آباء الانبیاء لا یکونون کفاراً وظواھر القرآن ترد علیھم لاسیما محاورۃ ابراھیم مع ابیہ فی غیر ما آیۃ	کہا گیا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے باپ کا نام نہیں ہے۔ حالانکہ یہ شیعہ کا عقیدہ ہے وہ کہتے ہیں کہ انبیاء کے آباو اجداد کافر نہیں ہوتے قرآن کی صاف اور صریح آیات ان کی تردید کرتی ہیں بالخصوص ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے باپ کی گفتگو متعدد آیات میں ہے۔

بہرحال علامہ کا استدلال اور نظریہ اس مسئلہ میں آہنی بنیاد کا محتاج ہے جو اسے میسر نہیں آسکتی چنانچہ سورہ ممتحنہ میں علامہ نے خود بھی اس سے رجوع کرلیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن کا بیان اپنی جگہ قطعی ہے ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر تھا اور کافر و عدو اللہ تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس سے بیزاری کا اعلان کیا ہے اور آزر تارخ کی تعریب ہے۔ مدونین انسائیکلوپیڈیا نے سطور بالا لکھ کر قرآن حکیم کے خلاف اپنی جارحانہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔

(تحقیق کے بعض گوشے ابھی تشنہ ہیں، کسی دوسری فرصت میں انشاء اللہ اسکی تکمیل کی جائیگی)

فیض الباری

حضرت مولانا شبیر احمد العثمانی صدر مہتمم دار العلوم دیوبند

شیخ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ نے قفال مروزی کے متعلق لکھا ہے "کان اماما کبیرًا وبحرًا عمیقا غواصا علی المعانی الدقیقة نقی القریحة ثاقب الفهم عظیم المحل کبیر الشان دقیق النظر عدیم النظیر" (فی زمانہ) پھر ابن السمعانی سے نقل کیا ہے "کان وحید زمانه فقها وحفظا وورعا" ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا اگر میں یہ تمام جملے ہندوستان کے کشمیری عالم بحر العلوم حضرت مولانا سید محمد انور شاہ رحمہ اللہ کی نسبت استعمال کروں۔

گو مولانا مرحوم سے رسمی تلمذ مجھ کو حاصل نہیں لیکن الحمد للہ اُن کی معیت وصحبت اور مذاکرات سے کافی استفادہ کا موقع ملا ہے۔ جس کا کچھ اندازہ میری شرح صحیح مسلم مطالعہ کرنے والے بخوبی کر سکتے ہیں:-

ایک ایسی عظیم القدر ہستی کا تعارف کرانا بالکل فضول ہے جس کے تعلق وانتساب سے آج ہندوستان کے اہل علم اپنا تعارف کرانا چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب مرحوم کے جن علوم عالیہ غزیرہ کا کامل مظاہرہ دروس میں ہوتا تھا، وہ آج بھی بحمد اللہ اُن کے تلامیذ ومستفیدین کے ذریعہ نہ صرف زندہ ہیں بلکہ بیش از بیش وضاحت کے ساتھ نشر واشاعت پا رہے ہیں۔ وہو کما قال القاضی ابو الطیب الطبری:

نوالك للورى غيث هطول وجاهك منهم ظل ظليل
عممت الكل بالنعما فأضحوا يؤمك منهم جيل فجيل
وسار بعلمك الركبان حتى له في كل ناحية نزول

جس چیز کا ہم کو اکثر افسوس رہا وہ یہ تھی کہ مرحوم اپنے بکھرے ہوئے موتیوں کو خود اپنے ہاتھ سے ایک سلک میں منسلک نہ کر گئے لیکن قدرت کو غالباً یہ منظور تھا کہ مرحوم کے خواص اصحاب و تلامیذ کو اُن کی خدمات علمیہ میں کسی حیثیت سے ایک حد تک شرکت کا موقع دیا جائے پس خوش نصیب ہیں وہ شاگرد جو اپنے اُستاذ کے فیوض کی تکمیل میں حصہ پائیں۔ اور اللہ کے فضل سے حضرت شاہ عبدالقادر قدس اللہ روحہ کی تفسیر کے موافق والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنٰھم من عملھم من شیٔ کا مصداق بن جائیں انہی خوش نصیب اشخاص میں سے ہمارے عزیز مکرم مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی (مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت) ہیں خدا اُن کی عمر اور علم و عمل میں برکت دے۔ سالہا سال کی عرقریزی اور محنت کے بعد آج اُن کی کوشش سے حضرت شاہ صاحب مرحوم کے وہ علوم جن کا افاضہ درس صحیح بخاری میں ہوتا تھا وقف عام ہو رہے ہیں۔

مولانا بدر عالم نے اس قدر تحقیق و تفتیش نکتہ سنجی اور جامعیت مگر توسط کے ساتھ حضرت شاہ صاحب مرحوم کی تقاریر بخاری کو ترتیب دیا ہے کہ دیکھ کر اہل علم کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں واقعی یہ "فیض باری" ہی ہے کہ ایسا کار اہم اُن کے ہاتھ سے انجام پایا۔ پوری "فیض الباری" کے مطالعہ کا تو اب تک اتفاق نہیں ہوا لیکن جو حصہ صحیح بخاری جلد ثانی سے متعلق ہے وہ تقریباً بالاستیعاب اور جلد اوّل کے اوائل کا مطالعہ کیا ہے

چونکہ بندہ کو چھ سال سے مسلسل صحیح بخاری کے درس کا اتفاق ہو رہا ہے اس لیے اپنی بساط اور حوصلہ کے مطابق اس کی مشکلات سے کچھ نہ کچھ واقف ہوں، اور خاصی بصیرت کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جن مقامات پر جس نوع کے مضمون کی ضرورت تھی وہ ہر جگہ موجود ہے اور جہاں کہیں کوئی بحث تشنہ نظر آتی ہے وہ کتاب کے کسی دوسرے مقام پر سیر حاصل شکل میں دستیاب ہو سکتی ہے حضرت

شاہ صاحب مرحوم کی مثال ہیں ایک ایسے دریا کی سمجھتا ہوں جس کی بالائی سطح گو بعض اوقات بہت پرشور نظر نہ آئے لیکن اُس کی تہ میں موجیں سخت متلاطم ہوں۔ وہ زبان سے بسا اوقات چند موجز مختصر الفاظ فرماتے تھے، مگر اُن کی تہ میں مطالب وحقائق کا ایک دریا موجیں مارتا تھا۔

ایسی صورت میں جامع تقریرات کے لیے یہ آسان کام نہ تھا کہ ایک گہرا غوطہ لگا کر اُن موتیوں کو سطح آب پر لا رکھے جو بہت مشکل سے ہاتھ لگتے ہیں۔

اسی طرح کبھی کبھی حضرت شاہ صاحب مرحوم کثرت اطلاع و استحضار کی بنا پر اپنے بیان میں حوالوں کا ڈھیر لگا دیتے تھے۔ اُن کا سُراغ لگانا اور بالفاظہا درج کر دینا کوئی معمولی چیز نہ تھی۔

ظلم عظیم ہوگا اگر ہم اس موقع پر مولانا بدر عالم کی داد نہ دیں کہ انھوں نے اس سیاق میں بڑی محنت اُٹھائی ہے، مولوی صاحب موصوف نے

۱۔ حضرت شاہ صاحب کی تقریر کے متفرق ٹکڑوں کو مختلف مقامات سے جمع کر کے ایک لڑی میں پرو دیا۔

۲۔ اُن کے بتلائے ہوئے حوالوں کو تلاش کر کے مع شی زائد سیکڑوں کی تعداد میں جمع کیا۔

۳۔ شاہ صاحب کے بہت سے موجز بلکہ بعض اوقات معقد جملوں کو نہایت واضح شگفتہ اور مؤثر عبارت میں پیش کیا۔

۴۔ جہاں اپنے علم و استحضار کے موافق کوئی کمی محسوس ہوئی تا بحد مقدور حاشیہ میں اُس کی تلافی کی کوشش کی۔

بہر حال میرے نزدیک مؤلف فیض الباری کی حیثیت صرف وہ نہیں جو "العرف الشذی" کے جامع کی ہے۔ بلکہ اُس سے کہیں بڑھ کر ایک مستقل تصنیف کی طرح اس خدمت کو انجام دیا ہے۔ حق تعالیٰ قبول فرمائے اور دارین میں اُن کے لیے مثمر برکات بنائے۔

آخر میں اگر ہم اس سیاق میں مجلس علمی ڈابھیل ضلع سورت اُس کے بانی جناب حاجی محمد موسیٰ میاں صاحب اور اُس کے پرجوش اور لائق کارکن مولانا سید احمد رضا صاحب ناظم مجلس و مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے حسن خدمات کا اعتراف نہ کریں تو بہت کفرانِ نعمت ہوگا، جن کی خاموش مگر انتھک مساعی سے علمی طبقہ کو گھر بیٹھے اس طرح کی قابل قدر مطبوعات میسر آرہی ہیں جن کی تحصیل کے لیے لمبے چوڑے سفر بھی جائز تھے اللہ تعالیٰ اُن کے کاموں میں برکت دے اور اُن کی ہمتیں اور زیادہ بلند کرے۔ آمین۔

کلامِ عربی

مولوی قاضی سید زین العابدین سجاد میرٹھی فاضل دیوبند

کم فرصت شائقین عربی کے لیے یہ ایک بے نظیر کتاب ہے جو جدید ترین تعلیمی تجربوں کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔ اس میں صرف و نحو کے ضروری ضروری منتخب مسائل روزانہ ضروریات زندگی سے متعلق جملے اور مکالمے، قرآن کریم اور حدیث شریف کے اقتباسات، کثیر الاستعمال امثال و اقوال، مفید و دلچسپ لطائف و حکایات، جدید طرز کے خطوط و رقعات اور ۳۸ء سنہ کے عربی اخبارات و رسائل کے انتخابات اسباق کی صورت میں بہترین ترتیب کے ساتھ جمع کر دیے گئے ہیں۔ ہر سبق میں عربی عبارت کے ساتھ اُس کا ترجمہ اور کتاب کے دونوں حصوں کے آخر میں ڈیڑھ ہزار ضروری الفاظ کی ایک اُردو عربی ڈکشنری اور دوسری ۱۳۵۰ جدید عربی الفاظ کی "عربی اردو ڈکشنری" بھی شامل ہے بلا مبالغہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ معمولی اُردو خواں اصحاب اس کتاب کے مطالعہ سے بغیر رٹے، بغیر اُستاد کی مدد کے ایک گھنٹہ روزانہ صرف کر کے صرف چند ماہ میں قرآن و حدیث کو سمجھنے کے علاوہ عربی اخبارات و رسائل پڑھنے اور عربی تحریر و تقریر کے ذریعہ اپنی ضروریات پورا کرنے کے قابل ہوسکتے ہیں۔ کاغذ طباعت و کتابت عمدہ حصہ اول عہ ۱۰ حصہ دوم عہ ۱۱ قیمت ۱۰/

ملنے کا پتہ:- منیجر مکتبہ برہان قرولباغ نئی دہلی

اردو، علم و ادب، تنقید و تعلیم، سیاست و ظرافت۔

فنیات و معلومات کا

مصوّر ماہنامہ

شاہکار لاہور

ملک کے فاضل نقاد علامہ تاجور و خواجہ محمود جاوید ایم۔اے کی اڈیٹری میں مشرق
و مغرب کے بلند ادبیات کا خزینہ بن کر شائع ہو رہا ہے۔ سات رنگ کا بجید حسین سرورق
آرٹ کی سہ رنگی و یک رنگی دلکش تصاویر $\frac{20\times26}{8}$ کے ۲۷ جہازی صفحات
جن میں عام تین رسالوں کے مضامین سماتے ہیں۔

مشاہیر شعراء کی رُوح پرور نظمیں، وجد آفریں تازہ افسانے۔ اردو ادب اور اصناف
ادب پر تاریخی و تنقیدی بلند تبصرے۔ ہندوستان اور آزاد ممالک کے تعلیمی نظریات،
زندگی اور دُنیا کے متعلق تازہ حالات، ظریفانہ و سیاسی مضامین کے علاوہ انگریزی،
عربی، فارسی، ہندی زبانوں کے تازہ رسالوں سے بلند مضامین نظم و نثر کے دلکش حصّوں کا انتخاب
دیگر شاہکار کے پڑھنے والوں کو ترقی یافتہ زبانوں کے علمی ادبی رسالوں کے مطالعے
سے بے نیاز کر دیا جاتا ہے۔ سالانہ چندہ چھ روپے۔ نمونے کا پرچہ ۵ آنے کے ٹکٹ
بھیجنے پر۔ نادار خریداروں سے رعایتی چندہ بذریعہ پیشگی منی آرڈر صرف للعہ ۴ ر (چار روپیہ)

پتہ: دفتر رسالہ شاہکار بیڈن روڈ لاہور

سمط اللآلی پر تنقید کا جواب

(از مولانا عبدالعزیز المیمنی صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

(۵)

(۲۳) بیت ابی زبید میں روایتہ بالل ھناء نہیں بلکہ بالل ھماء ہے

میرے الفاظ ص ۱۲ یہ ہیں قال العاجز و وجدتہ انا مد ودانی قول ابی زبید بالل ھناء دیری دی بالل ھماء یعنی خود لآلی ۸۰۵ اور قالی میں روایت الل ھماء لکھی ہے۔ پھر یہ الل ھماء کے اکتشاف کا دعوی خبث باطن نہیں تو اور کیا ؟

دفی عینیک ترجمۃ اراھا — تدل علی الضغائن والحقود

پھر یہ قادر غیر عاجز کیسی بُری ٹھنی کھاتے ہیں اس لئے کہ روایت الل ھناء یہی نہیں کہ عینی وبغدادی نے قصیدہ میں روایت کی ہے، بلکہ موضع فی دیار تمیم کہہ کر اس کو اٹل کر دیا ہے۔ اور دوسری روایت الل ھماء کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا:-

والبغی یصرع اھلہ — والظلم مرتعہ وخیم

(۲۴) قول بکری "قبائل لھازم از بکر ہیں" پر میں نے لکھا تھا کہ بقول ابو عبیدہ لھازم تو قیس تیم اللہ، عجل، اور عنزہ ہیں۔ ان میں کے پہلے تین تو بکر کی شاخیں ہیں، مگر عنزہ نہیں، سو بکری کے قول کا عموم صحیح نہیں۔ یہ کتنی منصفانہ احتیاط تھی! اس پر آپ کا ہذیان ملاحظہ ہو (یہ ایک معمولی سی بے معنی بات ہے، جنگ میں قوت عاملہ بکر کی تھی، اس لئے اُن کے ذکر پر اعتراض نہ ہونا چاہیئے)

یہ پورا بیان جہالت و وقاحت کی نمائش ہے وبس!

(۱) آپ کو ہر چیز اپنی مناسبت سے بے معنی اور غیر اہم نظر آتی ہے اس زمین پر ایام عرب کے لئے ابو عبیدہ سے بڑھ کر کوئی سند نہیں (تجمعت اللھازم وھم کن اوکن التغیر علی تمیم) عِقد میں بھی یہی نقل ہوا ہے، سو بکری کا یہ تصرف کہ اللھازم من بکر بلحاظ عموم کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے جبکہ

عَنَزہ بکر میں سے نہیں اور لہازم میں سے ضرور ہے۔ منصفانہ امانت واحتیاط ملاحظہ ہو کہ ہر لحاظ سے بکری کے قول کو رد نہیں کر دیا، بلکہ محض اس کے عموم پر جزوی اعتراض کیا ہے۔

(ب) یہ کون نہیں جانتا کہ تین ایک سے زیادہ ہیں مگر محل نظر تو یہ ہے کہ جب قوت عاملہ بکر کی تھی تو اس سہ حرفی نام کو چھوڑ کر لہازم کا پنج حرفی نام کیوں لکھا گیا۔ اس میں تین گرفتیں ہیں۔ مختصر اور صحیح نام کو چھوڑ کر لمبے اور بے موقع نام کو ترجیح دینا، من بکر کا اضافہ وہ بھی بے موقع، ابو عبیدہ، کے قول میں بے فائدہ بلکہ مخلّ تصرّف:۔

تراہ معد الخلاف کأنہ ۔۔۔ برد علی اھل الصواب موکّل

(۲۵) ادب العرہج کو قالی نے طیاری جنگ سے کنایہ بتایا ہے۔ بکری نے انکار کیا ہے، میں نے قالی کی تصحیح کی تھی۔ جس کو آپ غلط حمایت بتاتے ہیں اور خود بکری کی غلط حمایت کی دلدل میں پھنستے ہیں۔

تفسیر غریب و وقائع جاہلیت کے لئے محض قدما کا بیان ہی مستند ہو سکتا ہے۔ قالی سے پہلے یہ تفسیر امام ابو عبیدہ اور آپ کے ابن درید کی ہے کہ واما ابراق العوہج فان القوم قد الکسبوا اسلحۃ لہازم حب تمیم پر حملہ آور ہوئے، تو پھر اپنے گھروں میں کہاں سے رہے؟ لہذا اولاً یہ بکری کی غفلت اور ثانیاً سورتی کی دھاندلی ہے۔

اتیت بمنطق العرب الاصیل ۔۔۔ وکان لھذ دما عانیت قیلی
فعارضہ کلام کان منہ ۔۔۔ بمنزلۃ النساء من البعول

(۲۶) ابیات لو وصل الخ الشعراء لیدن میں ہیں اور جب ابنین صحیح ہے تو ابنینا بنانے کی ضرورت نہیں۔

اللہ اللہ یہ ہیں میمن کے اغلاط! میں نے بھی الشعراء لیدن سے روایت کئے تھے ھذہ بضاعتنا ردّت الینا۔ ابنین کو ابنینا اس لئے لکھا کہ سابقہ ابیات میں مرجع مؤنثات مذکور تھا۔ نکتہ ابیات کی کتابیں قدیم شعراء سے کوئی نسبت نہیں رکھتیں وہ تو رواۃ کی فہم و مصطلح ہیں! یہ دونوں شکلیں متصل عبارت میں ایک ہی طرح بولی جائیں گی۔ فرق تو کتابت سے پیدا ہوگا۔ جو عہد تدوین یعنی متاخر زمانہ کا کام ہے اُس کی ذمہ داری عرب عُرباء پر نہیں۔ اب تو سمجھے نہ!

(۲۷) بیت یا ابن ھشام جمہرہ وغیرہ میں کئی جگہ ہے اور مشہور بعتوس وقون ہے۔

جمہرہ میں ہونے سے میں نے انکار تو نہیں کیا، میں نے تو اس کی سات کتابوں سے تخریج کردی تھی۔ پھر اس کو میمن کے اغلاط سے کیا واسطہ؟ بسیف وقرن کی روایت تو جاحظ انباری بکری لسان وغیرہ کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ ان مشاہیر کو مجاہیل جانتے ہیں!

(۲۸) حکایت ومن ھذا اللعن الخ مذکورۂ بکری کی تخریج میں نے کتاب الاذکیا ء سے بھی کی ہے اس پر آپ لکھتے ہیں کہ یہ خود قالی کے ہاں ایک اور جگہ موجود ہے۔

ہوا کرے! خدانخواستہ میں نے کوئی انکار تو نہیں کیا تھا۔ کیا آپ کو اس کے اذکیاء میں پائے جانے سے انکار ہے؟ کیا یہی میمن کے اغلاط تھے؟ یہ اعتراض تو پہلے بکری پر پھینکئے کہ اس نے کیوں غیر واحد کہا اور صریحاً کیوں نہ قالی کا نام لیا۔

(۲۹) وذکر اللیثی الخ کی تخریج نہیں کی

نہیں کی جانیے نہیں کی! یہ بھی کوئی غلطی ہوئی۔ شارح نے اپنی یاد سے ہرگز نہیں لکھا ممکن ہے جاحظ کی کسی اور کتاب سے لیا ہو۔ کیونکہ اس کے الفاظ البیان کے الفاظ سے زیادہ مکمل ہیں۔ بکری کی کون غلطی ہوئی؟ ہونہیں گھنگنیاں بھر کر نہ بولئے۔ دونوں روایتوں کے اختلاف با معنی ہیں تغلیط وتخطئہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

(۳۰) رَتَم کے معنی میں بکری نے غلطی کی ہے جہاں میمن کا دماغ نہیں پہنچا، کہ وہ تو خود غلطیاں پکڑنے میں غلطی کرتے ہیں

بکری کا رتم کو پہلے بیاض لب اور پھر دنداں شکنی کے معنی میں لکھنا غلط نہیں، یہ تو بعینہ قاموس کے الفاظ ہیں، بلکہ اساس میں تو اس کے دوسرے معنے سرے سے ذکر ہی نہیں کئے آپ کا یہ کہنا کہ سفیدی لب دوسرے (مجازی) معنے ہیں آپ کے لغت سے ناآشنا ہونے کی غمازی کرتا ہے۔ پھر اسکی اپنی ژولیدہ بیانی اور آشفتہ سامانی (لکھے موسیٰ پڑھے خدا) سے جو تعلیل کی ہے وہ دماغ کا من گھڑت ڈھکوسلا ہے وبس!

(۳۱) میمن کا قول اسحم بہت سے کالوں کا نام ہے صحیح نہیں بلکہ بہت سے آدمیوں کا نام ہے۔ ... جن میں کالے بھی ہوں گے۔ اصل میں اسحم ہر سیاہ کو کہتے ہیں۔